فانی بدایونی کے استفہامیہ انداز میں حزنیہ عناصر

روبینہ شاہین

Abstract

Fani Badayuni bestowed Gloom Poetry with depth and vastness in the disguise of his interrogative style. He elaborated his inward and outward sorrows and established traditions of "Reflections and Work" in a communicative manner. In the Affirmative interrogation, Negative interrogation and imperative interrogation Badayuni elaborated in his "Ghazal"the melancholic elements with the narration of the philosophies of Nothingness, Gloom, Life and Death, Predestination and Freewill, Downfall, Youthfulness, Fragility of Vitality and Existence, Pains of love, Worries of subsistence, Separation and Yearning, Acceptance of sorrows and Bow down before the Fate. Moreover, Badayuni uses the terms like the final resting abode, cemetery and the grave, coffin, the burial rituals the Day of the Judgment, very frequently in his poetry and he attains the recognition as a "Poet of Gloom and Melancholy".

Key Words: Fani Badayuni, interrogative style, communicative manner, Downfall, Youthfulness. very frequently

"حُزن" کا مطلب غم، اندوہ، پریشانی، حسرت، رنج وملال، درد، کرب، آزردگی اور کلفت وغیرہ ہیں۔ حزن ایک ایسی مستقل قدر ہے جس نے ہر دور، ہر معاشرے اور ہر انسان کو متاثر کیا ہے۔ اُردو شاعری میں جابجا حُزن کی تصویریں بکھری پڑی ہیں۔ تمام شعرا نے اپنے اندازِ فکر اور فہم کے مطابق اپنے داخلی وخارجی غم کو بیان کیا ہے۔ ان میں غم عشق، غم زندگی اور غم کائنات سر فہرست ہیں۔ یہ حزنیہ شاعری کا سلسلہ عہد قدیم سے دور جدید تک غم کی کہیں ہلکی اور کہیں تیز لہریں نمایاں کرتا ہے۔ ان میں ہمیں شعرا کی ذاتی زندگی کی المناکیاں اور خارجی عالم کے مصائب واضح نظر آتے ہیں۔ حُزنیہ شاعری کو استفہامیہ عناصر نے دل چسپ بنادیا۔ شعرا نے استفہامیہ کلمات اور اقسام کو خوب برتا اور قاری تک اپنی بات پہنچائی۔ حُزن کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر معراج الحسن فرماتے ہیں:

"حُزن کا مفہوم جذبہ کی وہ کیفیت ہے جو کسی مصیبت یا نقصان کے واقع ہو جانے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ حُزن سرور کی ضد ہے ۔ سرور وہ جذبہ ہے جو کسی خوشی یا کامیابی کے حصول کے بعد پیدا ہوتا ہے۔"(۱)

اسی طرح استفہام سے مراد کسی امر کا طلب کرنا، چاہنا، عمل میں لانا ہے۔ مراد وہ جملہ یا بات یا گفتگو کا انداز ہے جس میں ہم استفسار کرتے ہیں۔ ایسی بات دریافت کرتے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔ لیکن جس سے پوچھا جائے وہ جانتا ہے لیکن اس سوال کی نوعیتوں میں تبدیلی اس شرط کو ختم بھی کر دیتی ہے۔ جامع اللغات میں خواجہ عبدالمجید فرماتے ہیں:

"استفہام (ع۔ مذکر) ا۔ سمجھنے کی خواہش کرنا۔ ۲۔ دریافت کرنا کسی بات کا پوچھنا (فہم۔ سمجھانا)"(۲)

حُزن کے حوالے سے فانی کا نام سر فہرست ہے۔ فانی ایک غمگین اور اذیت پسند شاعر ہیں۔ ان کے شخصی اسباب ان کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاہم فانی کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے حزن کو استفہامیہ رنگ دے کر دل چسپ بنا دیا ہے۔ فانی کا استفہامیہ

کلام سنجیدہ، نکھرا ہوا اور فلسفیانہ مذاق کی ترجمانی کرتا ہے۔ انھوں نے فکر و فن کی قدیم روایات کو بلیغ انداز میں پیش کیا۔ زندگی کی مجبوریوں اور حوادث کی وجہ سے درد والم فانی کی غزل میں استفہامیہ انداز کو نمایاں کرتا ہے اور داخلی کرب کی گہرائی تک قاری بآسانی رسائی کر سکتا ہے۔ فانی کے کلام میں حزنیہ عناصر میں استفہامیہ انداز کا تفصیلاً جائزہ لیتے ہیں۔ فانی کی غزل میں استفہام استخباری کے خاص موضوعات، موت اور فانی، یاسیاتِ فانی، فلسفۂ غم، زندگی کا فلسفہ، فارسی تراکیب، غالب کا رنگ، گریبان اور دامن چاک کرنا اور مسئلہ جبر و اختیار ہیں۔ فانی کے کلام میں ڈوب جانے کا موضوع بھی اہم ہے۔ استفہام میں حزنیہ عناصر کے حوالے سے زندگی اور موت کے استعارے، عروج وزوال، شباب و بڑھاپا، قفس اور آشیاں ہیں۔ فانی ہر لمحہ کو غنیمت جان کر اس کے انتظار میں جیسے فلسفہ مرگ و حیات میں زندگی کے رازوں کو کھوجتے ہیں۔ فانی نے زندگی کی بے ثباتی کو اپنے مشاہدے اور تجربے سے محسوس کیا اور زندہ رہنے کے جواز کے لیے بقا کی خواہش کی ہے۔ محبوب کا غم، رشتہ داروں کا رویہ، دوستوں کی بے اعتنائی سب نے مل کر فانی کو موت کا خواہش مند بنا دیا۔ اس لیے احباب سے موت کی درخواست کرتے:

شبِ غم کٹ گئی فانیؔ سحر وہ ہوتی آتی ہے
قضا اللہ جانے رہ گئی ظالم کہاں میری (۳)

کس خرابی سے زندگی فانیؔ
اس جہانِ خراب میں گزری (۴)

کس صبح کے مشتاق کا ماتم ہے کہ فانیؔ
روتی ہے گلے مل کے سحر شمع سحر سے (۵)

یہ کیا کہتے ہو فانیؔ سے کہ تیری موت آئی ہے
تم اس ناکام کے دِل سے تو پوچھو زندگی کیا ہے (۶)

فانی کو اُن کی زندگی میں ہی "یاسیات کا امام" کہہ دیا۔ وہ ہمیشہ خود سے ایک سوال کرتے کہ زندگی کس لیے ہے؟ فنا کے لیے "بندگی کے لیے" یا پھر غم پالنے کے لیے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ یہ افسانہ صرف دو لفظوں غم اور عشق پر مبنی ہے۔ غم کی خواہش عشق ہے، عشق کی فنا، فنا کی بقا اور بقا ہی زندگی ہے دراصل زندگی میں خوشی اور غم دونوں موجود ہیں لیکن فانی نے خود کو بدنصیب تصور کر کے موت کی خواہش سے غم کا علاج کیا۔ فلسفہ مرگ وحیات کے بیان میں فانی کا خود کلامی کا انداز بھی نمایاں ہے اور یہ اندازِ فنی جمال کی ایک نئی سمت کا پتہ دیتا ہے۔ قلبی کیفیات کا سچا عکس پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اظہار زبان کی گرفت کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ اور اس سلسلے میں فانی نے استفہامیہ کلمات کے استعمال میں چابکدستی بھی دکھائی ہے۔ ڈاکٹر معراج الحسن فرماتے ہیں:

> "کہیں کہیں حروف استفہام سے مکالموں اور خود کلامیوں میں نئی نئی کیفیات کو پیش کیا ہے۔ یہ خستگی، دل سوزی اور غم آلود نغمگی اُردو غزل میں دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔"(۷)

فانی نے بالآخر زہر کو دوا بنا لیا، غم کو غم سے مارا، زندگی کا علاج زندگی میں کھوجنا شروع کر دیا موت میں نہیں، ہر طرح کے غم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے ایک ماورائی دنیا میں دیوانوں کی طرح بے خود ہو کر پناہ ڈھونڈلی فانی کے استفہام میں بے خودی بھی مقامِ بقا چاہتی ہے اور وہ ہوش کا شعور بھی رکھتے ہیں اور دل کو ہر غم کا الزام سونپ دیتے ہیں:

ے
دیکھیے کیا گل کھلاتی ہے بہار اب کے برس
خواب میں فانی نے دیکھا ہے قفس کا در کھلا (۸)

ے
بے قراری میں ، اب یہ ہوش نہیں
کس کے در پر تجھے پکار آیا (۹)

ے
وادیٔ شوق میں وارفتۂ رفتار ہیں ہم
بے خودی کچھ تو بتا کس کے گنہگار ہیں ہم (۱۰)

غم نے ان کو ایسے اپنی گرفت میں لیا کہ وہ غم کے ہی بن گئے، خود ہی غم تلاش کرتے، اس کی پرورش کرتے اور پھر اس غم میں سکون کرتے اور اس سکون میں خود سے بے گانے ہو جاتے۔ اس بے خودی میں خود سے استفسار کرتے اور خود ہی جواب دیتے۔ فانی کی غزل میں جس شعر کو بھی پرکھا جائے تان غم پر ٹوٹتی ہے غم ہی اُن کی حیات کا سرمایہ ہے اور غم ہی بے چینی اور یہی بے چینی ان کو سوالات پر اُکساتی ہے۔ فانی کے استفہامیہ کلام میں دل چسپی اور حیرانی کا عنصر نمایاں ہے۔ مجموعی طور پر استفہام استخباری کے اشعار میں فانی کا لہجہ قنوطیت پر مبنی ہے۔ قنوطیت کے معنی یہی سمجھ لیجئے کہ زندگی مصیبت ہے، حُزن کی آماجگاہ ہے۔ فانی ہمیں مجموعی طور پر مایوس، مجہور اور اذیت پسند شاعر دکھائی دیتے ہیں۔ فانی کے استفہام اقراری کے اشعار ان کے لہجے کے اثبات کو واضح کرتے ہیں وہ بڑی ہمت سے مصائب کی قبولیت کا اقرار کرتے ہیں اور تقدیر کے سامنے جھک جاتے ہیں کیوں کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے غموں کا یہ طوفان تدبیر سے تھمنے والا نہیں ہے۔ فانی کے استفہامیہ لہجے میں زندگی کے لیے دردمندی کے احساسات نمایاں ہیں۔ مزاجاً حُزن پسند واقع ہوئے ذاتی بے چارگی اور ماحول کی تلخیوں نے فانی کو غم پسند بنا دیا۔ وہ غم کو بہ خوشی قبول کرتے اس کا اقرار کرتے تاہم ایک چیز فانی کے دل کو آباد رکھتی اور وہ ہے محبوب کی یاد۔ بچپن میں نسبت طے ہوئی، محبت ہوئی، محبوبہ سے شادی نہ ہوئی اور پھر کہیں اور شادی کے صدمے سے جب وہ چل بسی تو اس اولین عشق نے، محبوبہ کی موت کے صدمے نے فانی کی زندگی اور کلام کو حُزن کا مستقل لبادہ پہنا دیا۔ انھوں نے باقی کی عمر اس عشق ناتمام کے غم میں گزار دی۔

دل تری یاد سے آباد ہے اب تک ورنہ
غم نے کب کا اسے ویرانہ بنایا ہوتا (۱۱)

فانی گو کیسا ہی سہی پھر بھی تجھی سے نسبت تھی
دیوانہ تھا ، تھا کس کا ، تیرا ہی دیوانہ تھا ! (۱۲)
دل کی قسمت ہی بری تھی ، ورنہ کوئے دوست میں
تھا کوئی ذرّہ جو دل کے درد کا مرہم نہ تھا (۱۳)

فانی کے استفہامیہ لہجے میں زندگی کے لیے مایوسی کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ان کے مکالمے سوال بے جواب یا جواب بے سوال نہیں ہیں وہ اپنے اشعار میں ایک ڈرامائی فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ بعض جگہوں پر مکالمہ خطاب یا سوال ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آرزوئے مرگ، خود اذیتی، جمال حیات سے بیزاری اور کہرامی فضا نمایاں ہے۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی فانی کے صدمات عشق اور ناکام

محبت کی چوٹ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"۔۔۔محبت کی چوٹ یا غم سے متاثر ہو کر شعرانے اپنے شیریں ترین نغمے سنائے ہیں اور اپنے خون جگر سے بہترین معجزہائے ہنر کی تخلیق کی ہے۔"(۱۴)

فانی کی غزل میں حزنیہ عناصر میں استفہام کے حوالے سے لحد، قبر، اور گور کے الفاظ بھی جابجا استعمال ہوئے ہیں موت سے دوستی کر کے لحد کے امتحان سے گھبراتے نہیں تھے۔ فانی کا فلسفہ مرگ لحد اور گھر کو مترادف قرار دیتا ہے جو کہ اس کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔ حشر اور قیامت کا ذکر گہری فکر پر مبنی ہے جو انسان کو کسی اور جہان کی تلاش کی طرف گامزن کرتا ہے اور وہ کھوج لگانے کی غرض سے تجسس کی فضاؤں میں چلا جاتا ہے اور وہاں پھر فانی کی بصیرت صرف غم تک رسائی کرتی ہے۔ رشید احمد صدیقی فرماتے ہیں:

"افسردگی و حزن کی ترجمانی ان کا خاص حصّہ ہے اُردو شاعری میں یہ چیزیں اس درجہ فرسودہ اور پامال ہو چکی ہیں کہ یہی اب اس کی سب سے بڑی محرومی تسلیم کی جاتی ہے۔ لیکن فانی نے ان کو ایک خاص انداز سے پیش کیا ہے جس میں اُن کی انفرادی حیثیت بدرجۂ اتم نمایاں ہے۔"(۱۵)

فانی نے قریب قریب موت کے ہر پہلو پر لکھا ہے وہ وہ مہاتما بدھ اور شوپنہار کی طرح زندگی اور دنیا سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے چھٹکارا پانے کی خواہش کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے جنازہ، کفن، نزع، قبر، لاش، مزار، قاتل، شہید اور میت جیسے موت کے تلازمات سے اپنا دیوان بھر دیا:

پوچھتے ہو نشانِ فانیؔ کیا
وہ ہے اِک قبر بے نشاں انجام (۱۶)

کس طرح سے ہم چلے سوئے لحد
بعد مدت جیسے کوئی گھر چلے (۱۷)

فانی مری لحد پہ وہ آئے تو کس طرح
کچھ تیوروں میں شکوۂ بے جا لیے ہوئے (۱۸)

وہ کون ہے جس نے فانی کو دکھ نہ دیا ہو شاید قدرت تو اس پر مہربان ہو جاتی پر وہ بندوں سے خود کو نہ بچا سکے فانی کے غم کی وجہ عصری تقاضوں کی شکست و ریخت، معاشرتی زندگی سے وابستہ مزاحمت اور آرزوؤں کی ناکامی بھی تھی اسی لیے انھوں نے امیدوں کو ترک کر کے ناکامی کو اپنا شیوہ بنا لیا، محرومیوں کو کامیابی تصور کرنے لگے اور موت کو بہ خوشی گلے سے لگانے کے لیے تیار ہو گئے۔ فانی نے استفہام کی تمام صورتوں میں اپنے بنیادی فلسفے حزن کو شامل رکھا۔ ان کے اشعار میں موجود قنوطیت کا لہجہ ہمیشہ قاری کو مایوس نہیں کرتا بل کہ امید کی کرن بھی دکھاتا ہے اور پھر وہ حالات کا مقابلہ کرتا ہے ساری عمر رازِ ہستی کی جستجو میں رہے اور ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ خواب اور تعبیر خواب میں گزرا۔ کبھی کبھی دل کے کسی نہاں خانے میں جینے کی امنگ پیدا ہوتی اور بقا کو فنا پر ترجیح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر مغنی تبسم فرماتے ہیں:

"فرد کا یہ احساس کہ زندگی عارضی ہے، ہر شے ناپائیدار ہے اور دنیا فانی ہے اس کے دل میں بقا(Immortiality) کی خواہش کو تیز کر دیتا ہے۔ بقا کی یہ خواہش انسان کا ست

(Essence) اور تمام انسانی فلسفے کا نقطہ آغاز ہے۔ ہر دور میں شاعروں نے اپنی روح کی گہرائیوں سے جو نغمے بلند کیے ہیں وہ ناپائیداری کے اسی احساس اور بقا کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔"(۱۹)

فانی نے شاعری کی قدیم روایات اور موضوعات کو بھی اپنے کلام کا اولین حصہ بنایا۔ محبوب کے وصال کی خواہش اس کی بقا کی ضامن تھی تاہم ہجر کی تلخیوں کے سائے گہرے تھے انھوں نے ہجر وصال میں بھی حزنیہ عناصر کو پیش نظر رکھا اس کی وجہ اُن کا رنجور عشق، اجنبی ناآسودگی، اور معاشرتی رویے تھے حزن اور قنوطیت میں ڈوبی استفہامیہ شاعری کی وجہ سے انھیں "مصورِ الم" اور غم کا کاہن کہا جائے تو بجا ہوگا۔ معاملاتِ عشق کے حوالے سے بھی ہجر و وصال، عہد اور محبوب کے انتظار کے اشعار غم میں ڈوبے ہوئے ہیں:

زندگی کب اپنی ہے ، موت کس کے بس کی ہے
ہجر میں بنا لیتے ، کس کو مہرباں اپنا (۲۰)

کیا ہم شبِ وصل ان سے فرقت کا گلہ کرتے
تھی رات بہت تھوڑی اور بات تھی طولانی (۲۱)

اس وعدہ فراموش سے یہ کون کہے
کب سے تری راہ تک رہا ہے کوئی (۲۲)

وعدۂ معلوم کا فانیؔ کہاں تک انتظار
زندگی کا موت سے پہلے بھی کچھ انجام ہے (۲۳)

فانی ہجر سے شاد اور وصل سے ناشاد رہتے وہ جنسی محبت کے ذریعے خود کو بقائے دوام نہ دے سکے اور یہی المیہ فانی کی شاعری کا طرۂ امتیاز بھی ہے۔ انھوں نے حزن سے شعر میں لطافت و نزاکت پیدا کی۔ ان کی شاعری بعض اوقات روحانی آسودگی دیتے ہوئے قاری کو وجد میں لے جاتی اور استفہامیہ انداز جستجو کی راہ پر گامزن کر دیتا۔ وہ معانی کا اظہار تاثرات قلبی اور جمالیاتی فکر کے ساتھ کرتے ہیں اور یہ فکر انفرادی اور اجتماعی زندگی کو متاثر کرتی ہے۔ فانی اس حزن کی معرفت حاصل کر چکے تھے عبدالماجد دریا آبادی معاشرتی زندگی میں غم کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر حیات انسانی لازمی طور پر حیات اجتماعی ہوتی ہے اور حیاتِ اجتماعی ممکن نہیں تاوقتیکہ افراد کی آزادیٔ افعال محدود نہ کی جائے اور تحدیدِ حریت کا نام احساس الم ہے، پس اس لیے بھی درد و الم حیاتِ انسانی میں ناگزیر ہے۔"(۲۴)

فانی کی دنیا ایک مخصوص دنیا تھی وہ اس میں رہتے سانس لیتے تھے۔ ان کا نفس ایک آہ اور ہر سانس ایک نالہ تھا ان کی کروٹ میں ایک کرب تھا اُن کی آرزو آرزوئے مرگ رہ گئی تھی اور ان کی زندگی کا سہارا موت کا انتظار۔ غم جاناں اور غم دوراں کی وجہ سے موت کے انتظار اور خواہش کے لیے انھوں نے کشتی، سفینہ، ساحل، سمندر جیسے الفاظ استعمال کیے جن کا اشارہ ڈوبنے کی طرف تھا:

کر چکے دفن تو پھر رنج کسے تھا شوکتؔ
خوش خوش آئے مرے گھر اہل عزا میرے بعد (۲۵)

اجل مرا اتنا کام کر دے کہ کام میرا تمام کر دے
رہے کوئی زندگی کے ہاتھوں جہاں میں رسوائے عام کب تک (۲۶)

فانیؔ سفینہ اب بھی نہ ڈوبے تو کیا کرے
طوفاں کو نہ دیکھ ، ستم نا خدا کے دیکھ (۲۷)
احباب سے کیا کہیے اتنا نہ ہوا فانیؔ
جب ذکر مرا آتا ، مرنے کی دعا کرتے (۲۸)

"غم" نے فانی کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اپنی شاعری میں وہ غم کو تلاش کرتے، اس کی پرورش کرتے اور اسے سینے سے لگا کر سکون کی حالت میں جا بجا نظر آتے ہیں۔ یہ سکون انھیں موت کی پناہ میں نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی تمام عمر ناکامیوں میں گزری انھیں نہ تو وطن میں چین ملا نہ وطن سے دور رہ کر وہ جہاں بھی گئے غم نے اُن کا تعاقب کیا۔ شکست نے اُن کا استقبال کیا ان سب عوامل نے اُن کے کلام کو غم و الم کا مجموعہ بنا دیا۔ ڈاکٹر معراج الحسن فانی کی زندگی میں غموں سے تعلق اور شاعری میں اس کے اظہار کا جائزہ یوں لیتے ہیں:

"فانی کی زندگی اور شاعری کے مابین شدید ربط اور مستقل مفاہمت کا احساس ملتا ہے۔ آہوں سے مملو، درد میں ڈوبی اور خونِ دل میں نہائی ہوئی فانی کی شاعری اپنے لہجے کی ہمواری، تہہ نشینی، شعریت اور رنگِ تغزل کی وجہ سے اردو ادب میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔"(۲۹)

فانی کے استفہامیہ انداز سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے غم کو ایجابی قدر مان کر مسرت کے وجود سے انکار کیا اور بار بار آرزو سے متعلق سوال کیا اور آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ آرزو کا ترک کرنا انسانی اختیار سے باہر ہے۔ مسرت کا قید کرنا محال ہے، غم سے چھٹکارا پانا ناممکن ہے۔ زندگی کی بقا موت میں پوشیدہ ہے۔ عشق کی خلش، غمِ جاناں اور غم دوراں کو انھوں نے استفہامیہ انداز سے فصیح و بلیغ بنا دیا۔ قاری اُن کی شاعری سے محظوظ ہونے کے ساتھ ساتھ غم کی گتھیاں سلجھاتے سلجھاتے فانی کے ساتھ غم کا رشتہ استوار کر لیتا ہے اور اس سے فرار نہیں چاہتا بلکہ اس غم میں لذت محسوس کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ معراج الحسن، ڈاکٹر، فانی کی شاعری میں حُزنیہ عَناصر، اتر پردیش: اے۔ ایچ پرنٹرس، مراد آباد۔ ۱۹۹۹ء، ص ۱۵

۲۔ عبد المجید، خواجہ، (مؤلف و مرتّب)، جامع اللّغات (جلد اوّل)، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع سِوُم، ۲۰۱۰ء، ص ۱۶۸

۳۔ فانیؔ، شوکت علی خاں بدایونی، کلیاتِ فانی، لاہور: خزینہ علم و ادب۔ ۲۰۱۱ء، ص ۲۳۳

۴۔ ایضاً۔ ص ۲۳۵

۵۔ ایضاً۔ ص ۲۸۷

۶۔ ایضاً۔ ص ۳۲۳

۷۔ معراج الحسن، ڈاکٹر، فانی کی شاعری میں حُزنیہ عَناصر، ص ۱۸۴

۸۔ فانیؔ، شوکت علی خاں بدایونی، کلیات فانی، ص۸۸
۹۔ ایضاً۔ ص ۱۱۲
۱۰۔ ایضاً۔ ص۱۶۵
۱۱۔ ایضاً۔ ص۴۹
۱۲۔ ایضاً۔ ص۵۳
۱۳۔ ایضاً۔ ص۵۹
۱۴۔ ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر، فانی کی شاعری، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو۔ بار دوم۔ ۱۹۸۳ء، ص ۴۳
۱۵۔ فانی بدایونی، باقیات فانی، (مقدمہ: رشید احمد صدیقی)، دھلی: مکتبہ شاہراہ۔ ۱۹۵۸ء، ص ۶۱
۱۶۔ فانیؔ، شوکت علی خاں بدایونی، کلیاتِ فانی، ص۱۶۶
۱۷۔ ایضاً۔ ص۳۰۰
۱۸۔ ایضاً۔ ص۳۱۸
۱۹۔ مغنی تبسّم، ڈاکٹر، فانی بدایونی (حیات شخصیت اور شاعری) حیدر آباد: نیشنل بک ڈپو مچھلی کمان۔ ۱۹۶۹ء، ص۳۶
۲۰۔ فانی، شوکت علی خاں بدایونی، کلیاتِ فانی، ص ۱۰۲
۲۱۔ ایضاً۔ ص۲۴۷
۲۲۔ ایضاً۔ ص۲۵۶
۲۳۔ ایضاً۔ ص۳۳۹
۲۴۔ عبد الماجد دریا آبادی، فلسفہ ٔجذبات، دکن: انجمن ترقیٔ اُردو۔ ۱۹۲۰، ص ۱۴۷
۲۵۔ فانی، شوکت علی خاں بدایونی، کلیات فانی، ص۱۳۹
۲۶۔ ایضاً۔ ص۱۵۸
۲۷۔ ایضاً۔ ص۲۲۶
۲۸۔ ایضاً۔ ص۲۷۰
۲۹۔ معراج الحسن، ڈاکٹر، فانی کی شاعری میں حُزنیہ عَناصر، ص۱۵۶